ممتاز عالمِ دین

مولانا عبدالغفار حسن عمرپوری رحمۃ اللہ علیہ

محمد رمضان یوسف سلفی

برصغیر پاک و ہند کے جن علمائے اہلحدیث نے دعوت و تبلیغ اور تصنیف و تالیف میں قابلِ قدر خدمات انجام دی ان میں عمر پور ضلع مظفر نگر (بھارت) کا عمری خاندان نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ عمرپور آبادی اور رقبہ کے لحاظ سے بڑا مختصر اور چھوٹا گاؤں تھا لیکن اس گاؤں کی مشتِ خاک سے بڑی بڑی نابغہ عصر شخصیات ابھریں اور انہوں نے اپنے تبحر علمی سے ایک دنیا کو مستفید کیا۔ مولانا عبدالرحمان معین الدین عمرپوری، مولانا عبدالرحمٰن عمرپوری، مولانا عبدالجبار عمرپوری اور مولانا عبدالستار عمرپوری اسی گاؤں کے تابندہ ستارے تھے۔ مولانا عبدالغفار اسی گاؤں اور خاندان کے صاحب فضل و کمال عالمِ دین تھے۔ ان کے اخلاق و کردار اور علم کے چرچے میں عرصہ دراز سے اپنے مشفق استاذ مولانا حکیم ثناء اللہ ثاقب صاحب سے سنتا آیا تھا۔ مجھے اس عظیم المرتبت عالمِ دین کی خدمت میں نیازمندانہ سلام عرض کرنے کی سعادت 28 جون 1996ء کی شام مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف مرحوم کی نماز جنازہ کے موقعہ پر حاصل ہوئی۔ درمیانہ قد، منحنی سا جسم، روشن چہرہ کھلی پیشانی، چمکدار آنکھیں، پتلی سی مختصر پوری سفید داڑھی، سفید کرتا اور پاجامہ پہنے ہوئے، ایک ہاتھ میں چھڑی اور دوسرے ہاتھ میں اٹیچی کیس وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے یونیورسٹی گراؤنڈ سے متصل بڑے قبرستان کی طرف جا رہے تھے۔ حکیم ثناءاللہ ثاقب صاحب کے بتانے پر میں دوڑ کر ان کے پاس پہنچا اور انہیں ادب سے سلام کیا۔ وہ چلتے چلتے رک گئے میری طرف دیکھا سلام کا جواب دیا مصافحہ بھی کیا اور بڑی محبت و شفقت سے ملے۔ پونے گیارہ سال کا عرصہ گزرنے کے باوجود میں اب بھی انہیں چشمِ تصور سے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے جاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ میری ان سے یہ پہلی اور آخری ملاقات یا سلام تھا جو سرِ راہ چلتے چلتے ہوا۔

مولانا عبدالغفار حسن 20 جولائی 1913ء کو دہلی کے قریب روہتک شہر میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام عبدالستار اور دادا کا اسمِ گرامی عبدالجبار تھا۔ دونوں بزرگ اپنے دور کے جلیل القدر عالمِ دین، مدرس اور مصنف تھے انہوں نے مولانا عبدالجبار عمرپوری اور مولانا عبدالستار عمرپوری کے کے نام سے شہرت پائی اور نیک نام ہوئے۔ آگے بڑھنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے مولانا مرحوم کے دادا اور والد کا تعارف پیش کر دیا جائے۔ مولانا عبدالجبار عمرپوری اپنے دور کے بہت بڑے عالمِ دین تھے، حضرت میاں نذیر حسین محدث دہلوی کے ارشد تلامذہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ عربی، اردو، فارسی میں بڑی عمدہ شاعری بھی کرتے تھے عاجز ان کا تخلص تھا۔ بہت بڑے مدرس اور مصنف تھے انہوں نے کئی علمی اور تحقیقی کتب تصنیف کیں ان میں "تبصرة الانام برد مغالطات صيانة الانام، تذكره الاخوان فی خطبة الجمعه بكل لسان"، "نصيحته الاخوان فی حجاب النسوان"، "ارشاد السائلين فی مسائل الثلاثين اور البراهين القاطعه فی رد الانوار اساطعه" کے نام ملتے ہے۔ 1902ء میں انہوں نے ماہنامہ "ضیاء السنۃ" کے نام سے ایک رسالہ بھی جاری کیا۔

ماہنامہ اہلحدیث

جس کا شمار اس دور کے بلند پایہ علمی وتحقیقی رسائل میں ہوتا تھا۔ مولانا عبدالجبار عمرپوری حدیث، تفسیر، فقہ واصول اور دیگر اسلامی علوم میں بھی مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔ وہ 1277ء ھجری میں اپنے آبائی قصبے عمرپور میں پیدا ہوئے اور شوال 1334ھ (1916ء) کو دہلی میں وفات پائی۔

مولانا عبدالجبار عمرپوری کے صاحبزادے مولانا حافظ عبدالستار عمرپوری تھے۔ وہ 1308ھ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے شعور کی آنکھ کھولی تو گھر میں علم کا دریا موجیں لے رہا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے نانا مولانا عبدالرحمٰن معین الدین عمرپوری، قابلِ احترام مولانا عبیدالرحمٰن عمرپوری، والد مکرم مولانا عبدالجبار عمرپوری اور مولانا محمد بشیر سہسوانی کی خدمت میں رہ کر دینی علوم کی تحصیل کی۔ مولانا عبدالستار حد درجہ ذہین وفطین عالمِ دین تھے اور انہوں نے قرآن مجید صرف تین ماہ میں حفظ کر لیا تھا۔ درسِ نظامی کی تکمیل مدرسہ احمدیہ سلفیہ آرہ (دربھنگہ) میں کی۔ تحصیل علم کے بعد درس وتدریس میں مشغول ہوگئے۔ تحریر ونگارش کا ذوق بھی اچھا تھا، ایک رسالہ "اثبات الخبر فی ردمنکرین الحدیث والا اثر" کے نام سے لکھا اور ایک رسالہ مرزا قادیانی کے دعوائے نبوت کی تردید میں تحریر فرمایا۔ ان کے شاگردوں کی جماعت میں حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم و مغفور بھی شامل ہیں۔ حضرت حافظ عبدالستار نہایت عابد وزاہد اور مجاہد عالمِ دین تھے۔ انہوں نے صرف 34 سال کی عمر پائی اور 6 مارچ 1916ء کو سفرِ آخرت پر روانہ ہوئے۔ مولانا عبدالغفار حسن اس نیک عالم دین کے صاحبزادے تھے۔

1916ء کا سال عمری خاندان کے لئے نہایت رنج والم اور مصائب وآلام سے بھرپور تھا۔ اس سال اس خاندان کے سربراہ مولانا عبدالجبار رحمہ اللہ نے وفات پائی، اس سے ایک مہینہ بعد ان کے صاحبزادے عبدالستار فوت ہوئے اور اسی سال ان کی بہو نے فرشتہ موت کی صدا پر لبیک کہا۔ یعنی ایک سال میں تھوڑے وقفے سے مولانا عبدالغفار حسن مرحوم اپنے دادا، والد اور والدہ کے سایہ عاطفت سے محروم ہوگئے۔ اسی سال ان کے چھوٹے بھائی عبدالقہار نے وفات پائی۔ اب انہوں نے اپنی دادی محترمہ جو کہ نیک اور صالحہ خاتون تھیں ان کی دعاؤں، تربیت اور کوشش سے تعلیم وتربیت کی منزلیں طے کرنا شروع کیں۔ اس نیک بخت خاتون نے 1928ء میں وفات پائی۔ مولانا عبدالغفار حسن نے دینی تعلیم کے حصول کے لئے دہلی کے محلہ کشن گنج میں واقع اس درس گاہ کا رخ کیا جو مدرسہ دارالھدیٰ کے نام سے موسوم تھی اور اس درس گاہ میں انکے دادا مولانا عبدالجبار عمرپوری اور والد مولانا عبدالستار عمرپوری درس وتدریس اور طلباء کی تعلیم وتربیت میں مصروف رہے تھے۔ ابتدائی کتب پڑھنے کے بعد مولانا محترم دارالحدیث کلکتہ چلے گئے وہاں کبار علماء سے اکتساب علم کرنے کے بعد جامعہ رحمانیہ دہلی میں آگئے۔ اس زمانے میں جامعہ رحمانیہ کا علمی معیار بہت بلند تھا اور یہاں بہت سے عظیم المرتبت اور جید اساتذہ کرام فریضہ تدریس پر مامور تھے۔ مولانا عبدالغفار حسن صاحب نے ان عالی قدر اساتذہ کرام کے زیرِ تربیت رہ کر تعلیمی منزلیں طے کیں اور 1933ء کے دسمبر میں درس نظامی کا نصاب پڑھ کر سندِ فراغت حاصل جامعہ رحمانیہ میں ان کے ہم جماعت مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈہ نگری تھے جنہوں نے تقریر اور تصنیف میں بڑا نام پایا۔ انہوں نے جن کبار علماء واساتذہ کے آگے زانوئے تلمذ طے کیا اور علمی طور پر ان سے مستفید ہوئے ان اساتذہ کرام کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

(1) مولانا احمد اللہ پرتاب گڑھی (2) شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ رحمانی مبارکپوری (3) مولانا نذیر احمد اعظمی (4) مولانا فضل الرحمٰن غازی پوری (7) مولانا عمر اسلام افغانی (8) مولوی خیر محمد جالندھری حنفی (9) مولوی سکندر علی ہزاروی حنفی (10) مولانا شریف اللہ خاں سواتی (تذکرہ علمائے اہلِ حدیث جلد 2، ص 422)۔ تذکرۃ النبلاء فی تراجم العلماء از ملک عبدالرشید عراقی ص 80) درس نظامی کی سندِ فراغت حاصل کرنے کے بعد مولانا عبدالغفار حسن صاحب نے درس وتدریس کو اپنی

سرگرمیوں کا محور بنایا۔اس سلسلے کی بہت سی باتوں کی وضاحت انہوں نے اپنے اس انٹرویو میں کی تھی جو انہوں نے ہمارے دوست سید عامر نجیب کو دیا تھا اور ان کا وہ اہم تاریخی انٹرویو ماہنامہ ''صراطِ مستقیم کراچی'' میں جنوری 1995ء میں شائع ہوا تھا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ 1935ء میں لکھنؤ یونیورسٹی سے فاضل ادب (عربی) اور 1940ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل عربی کے امتحان پاس کیئے۔ درس نظامی سے فراغت کے بعد سرگرمیوں کا محور درس وتدریس رہا۔ کچھ عرصے دار الحدیث رحمانیہ دہلی ہی میں پڑھایا۔ بعدازاں میں نے مدرسہ رحمانیہ بنارس میں 1936ء سے 1942ء تک تفسیر، حدیث، ادب عربی اور دیگر علوم عربیہ اسلامیہ کی تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ پھر اگست 1942ء سے مئی 1948ء تک مدرسہ کوثر العلوم مالیر کوٹلہ (مشرقی پنجاب) میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ یہ مدرسہ خود ہی قائم کیا تھا۔ (مئی 1948ء میں مولانا پاکستان آگئے تھے) جون 1948ء سے اکتوبر 1964ء تک لاہور، سیالکوٹ، راولپنڈی، فیصل آباد، ساہیوال، کراچی میں تدریس، تربیت، دعوت وتبلیغ اور فتویٰ نویسی کرتا رہا۔ اس کے بعد اکتوبر 1964ء میں تدریس کے لئے اسلامی یونیورسٹی مدینہ طیبہ سے بلاوا آ گیا۔ جہاں 16 سال 1980ء تک حدیث، علوم حدیث اور اسلامی عقائد پر محاضرات (لیکچرز) دیئے۔ 1981ء سے 1985ء تک جامعہ تعلیمات اسلامیہ فیصل آباد میں حدیث کی مشہور ومستند کتاب صحیح بخاری کا درس دیتا رہا۔

(ماہنامہ ''صراط مستقیم کراچی'' جنوری 1995ء)

مولانا عبدالغفار حسن نے نصف صدی سے اوپر سلسلہ درس وتدریس جاری رکھا اس دوران ان سے علمی فیض حاصل کرنے والوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ ان کے تلامذہ کی فہرست بڑی طویل ہے۔

چند معروف تلامذہ یہ ہیں۔ حافظ محمد سلفی مدیر جامعہ ستاریہ کراچی، مولانا حافظ عبدالرحمان مدنی مدیر جامعہ رحمانیہ لاہور، علامہ احسان الٰہی ظہیر، شیخ الحدیث حافظ مسعود عالم، مولانا محمد بشیر سیالکوٹی، مفتی محمد ادریس سلفی جامعہ ستاریہ کراچی، مولانا حافظ احمد اللہ بڈھیمالوی، مولانا عبدالغفور ملتانی، مولانا حافظ محمد الیاس سلفی بن مفتی عبدالقہار سلفی، مولانا حافظ محمد انس مدنی جامعہ ستاریہ کراچی، میاں سعید اقبال طاہر مدیر ''مرکز الحرمین الاسلامی فیصل آباد''، مولانا عبدالماجد سلفی دہلوی انڈیا، مولانا حکیم خالد اشرف مدیر ماہنامہ ''علم وعمل'' میں آیا۔ اور اس کا تاسیسی اجلاس لاہور میں ہوا۔ اس موقع پر مولانا عبدالغفار حسن مرحوم جماعت کے اس اجلاس میں شریک تو نہ ہو سکے البتہ انہوں نے مالیر کوٹلہ سے مولانا مودودی صاحب کو خط لکھ دیا تھا کہ میرا آنا تو مشکل ہے لیکن میں آپ کے ساتھ ہوں مجھے بھی اس میں شامل کر لیا جائے اس طرح مولانا حسن جماعت اسلامی میں شامل ہو گئے اس کا ایک سبب مولانا مودودی مرحوم کا لٹریچر بھی تھا جسے پڑھ کر وہ مودودی صاحب سے متاثر ہوئے تھے۔ اب انہوں نے جماعت کے بانی رکن بن کر مودودی صاحب کے ساتھ مل کر ''اقامت دین کے لئے کوشش شروع کی تو ان کا شمار جماعت کے اکابرین میں ہونے لگا۔ مئی 1948ء میں وہ پاکستان آگئے تھے۔ اسی سال جب مولانا مودودی صاحب اور میاں طفیل محمد جیل میں قید تھے تو ان کی غیر موجودگی میں مولانا عبدالغفار حسن جماعت اسلامی کے قائم مقام امیر رہے۔ اس کے بعد بھی انہیں دوبار جماعت اسلامی کا قائم مقام امیر بننے کا موقعہ ملا۔ 1951ء میں جب جماعت اسلامی نے الیکشن میں حصہ لیا تو مولانا نے جماعت کی اس نئی پالیسی پر صدائے احتجاج بلند کی، اس موقف میں دیگر 12 جید علماء بھی ان کے ہم خیال تھے آخر 1957ء میں 16 سال کا عرصہ جماعت اسلامی کے ہمراہ گزار کر وہ جماعت سے علیحدہ ہو گئے، اب انہوں نے نئے ولولے اور شوق وجذبے سے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا یہی ان کا اصل میدان تھا۔ مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف صاحب جماعت کے بلند پایہ عالم دین تھے وہ بھی مولانا کے ساتھ ہی جماعت اسلامی سے نکلے تھے۔ انہوں نے 1957ء میں ہی

مولانا عبدالغفار حسن کے ساتھ مل کر فیصل آباد کے علاقے جناح کالونی میں جامعہ تعلیمات اسلامیہ کی بنیاد رکھی۔ مولانا عبدالغفار حسن، جامعہ تعلیمات کے پہلے استاد اور ناظم تعلیم تھے۔ انہوں نے جس پہلی کلاس کو شرف تلمذ بخشا اس کے لائق احترام اراکین کے نام یہ تھے۔ شعیب حسن، ڈاکٹر صہیب حسن، (یہ دونوں حضرت کے صاحبزادے ہیں) شیخ عبدالمجید، شیخ عبدالرحمٰن، شیخ محمد صدیق (یہ تینوں بزرگ مولانا عبدالرحیم اشرف صاحب کے بھائی ہیں اور مولانا حکیم خالد اشرف سے مجھے یہ معلومات اس مضمون سے ملی ہیں جو حکیم خالد اشرف نے مولانا مرحوم سے متعلق ان کی کتاب "غلو" کے آخر میں لکھا تھا اور یہ کتاب طارق اکیڈمی فیصل آباد نے شائع کی ہے۔

مولانا عبدالغفار حسن مرحوم مسلک کے پکے اور فکر محدثین کے داعی تھے، ہمیشہ انہوں نے اپنے مسلک کا دفاع کیا سنت کی نہ صرف تبلیغ کی بلکہ اس پر سختی سے کاربند بھی رہے۔ سید عامر نجیب ایڈیٹر "صراطِ مستقیم کراچی" نے ان سے انٹرویو کرتے ہوئے سوال کیا تھا کہ۔۔۔ کیا آپ جماعت اسلامی میں رہ کر مسلک اہلحدیث پر قائم رہے؟ اس کے جواب میں مولانا محترم فرماتے ہیں۔۔۔ "جماعت اسلامی میں میرا اہلحدیث تشخص قائم رہا۔ نعیم صدیقی صاحب سے بعض اوقات بحث ہو جاتی تھی وہ کہتے تھے رفع الیدین چھوڑ دو کیا حرج ہے۔ میں نے کہا داڑھی کیوں نہیں بڑھاتے، داڑھی کٹا کر خود سنت کی خلاف ورزی کرتے ہو اور ہمیں کہتے ہو رفع الیدین نہ کریں۔"

اسی طرح نعیم صدیقی صاحب نے تجویز پیش کی کہ کارکنان کو مسلک اعتدال کا بھی مطالعہ کرایا جائے۔ تو میں نے اس تجویز کی سخت مخالفت کی اور کہا کہ یہاں اہلحدیث بھی ہیں، حنفی بھی ہیں۔ مسلک اعتدال خالص مودودی صاحب کا نظریہ ہے ہم سب اس کے حامی نہیں ہیں۔ اس لئے مسلک اعتدال کی تبلیغ یہاں نہیں ہو سکتی۔ میں نے تو فروعی مسائل جو حدیث کے خلاف ہیں ان کو بھی نہیں مانا۔ باقاعدہ جماعت کی تربیت گاہوں میں اعلان کرتا رہا کہ ہم مسلک اعتدال کو نہیں مانتے، بری جھڑپیں ہوئیں، بڑی بحثیں ہوئیں۔ میں نے بہت کچھ برداشت کیا، میں نے جماعت کے مرکز میں رہ کر اہلحدیث تشخص کو برقرار رکھا۔ ("صراطِ مستقیم" کراچی جنوری 1995ء)

مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ جہاں ایک کہنہ مشق مدرس اور بلند پایہ عالمِ دین تھے وہیں بہت اچھے واعظ اور خطیب بھی تھے۔ وہ دھیمے لہجے میں بڑی عالمانہ گفتگو کرتے اور مشکل سے مشکل مسائل کو نہایت آسان پیرائے میں سامعین کے گوش گزار کر دیتے۔ تحریر و نگارش سے بھی ان کو گہری وابستگی تھی اگرچہ وہ اپنی تدریسی مصروفیات کے باعث اس طرف زیادہ توجہ نہ دے سکے لیکن ان کے گوہر بار قلم سے جو چند ایک تصانیف اور رسائل معرض وجود میں آئے ان کے مطالعہ سے مولانا کے وسعت مطالعہ، تحقیق، علمی ذوق اور رسوخ علم کا پتہ چلتا ہے۔

مولانا محترم نے جو کچھ بھی لکھا ہے خوب ہے ان کی تصانیف کردہ کتب کی تفصیل یہ ہے۔

(1) عظمت حدیث۔۔۔ یہ کتاب چار سو کے قریب صفحات کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ اس میں حدیث علوم الحدیث، حجیت حدیث وغیرہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے اور پوری طرح موضوع سے متعلقہ عنوان کا احاطہ کیا گیا ہے۔ کتاب کے آغاز میں لائق مصنف نے اپنے بزرگوں کے حالات زندگی بھی لکھے ہیں۔

(2) انتخاب حدیث:۔ اس کتاب میں اسلامی سیرت و کردار، اعلیٰ اخلاق و محاسن اور حقوق و معاملات سے لے کر عدلیہ اور نظام حکومت سے متعلق 401 احادیث کا ترجمہ مختصر تشریح خوبصورت پیرائے میں کی گئی ہے۔ اور انسانی زندگی میں پیش آمدہ مسائل کو عمدہ طریقے سے حوالہ قرطاس کیا گیا ہے۔ کتاب کے شروع میں ایک جامع مقدمہ ہے اس میں حدیث کی عظمت، حافظین

حدیث،علوم الحدیث اور جامعین حدیث کا تعارف کروایا گیا ہے۔اسلامی تربیت اور تزکیہ نفس کے لئے یہ ایک عمدہ کتاب ہے۔

(3) معیاری خاتون:-اس رسالے میں نیک عورت کے اوصاف ومحاسن بیان کئے گئے ہیں۔

(4) دین میں غلو:-اس کتاب میں دین اسلام میں غلو کے نقصانات کو بیان کیا گیا ہے اور بدعات وخرافات کی نکیر کی گئی ہے۔

ان کتب کے علاوہ مولانا مرحوم نے مختلف موضوعات پر بیسیوں مضامین لکھے۔علمائے اہلحدیث کے حالات واقعات پر ان کا ایک دلچسپ مضمون 1994ء میں ''الاعتصام لاہور'' نے کئی قسطوں میں شائع کیا تھا۔اس میں بڑی نادر معلومات دی گئی ہیں۔اس کے علاوہ حقیقت دعاء، حقیقت رمضان وغیرہ پر بھی ان کے چھوٹے چھوٹے رسائل طبع ہیں۔

مولانا عبدالغفار حسن مرحوم اونچے مقام ومرتبے کے حامل عالمِ دین تھے انہوں نے درس وتدریس اور تصنیف وتالیف سے حدیث رسول اللہ ﷺ کی بے پناہ خدمت کی۔وہ 1953ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی سرگرم عمل رہے اور اس پاداش میں انہیں گیارہ ماہ جیل میں قید کاٹنا پڑی۔وہ اپنے ایک خط میں ہفت روزہ ''الاعتصام لاہور'' کے منیجر محترم ابوفیصل محمد سلیم چنیوٹی کے نام 12 جون 2001ء کو لکھتے ہیں کہ۔۔۔۔

''تحریک ختم نبوت 1953ء کے سلسلے میں گیارہ ماہ جیل میں رہا ہوں۔(یعنی ایک ماہ سیالکوٹ جیل میں اور دس ماہ ملتان جیل میں بسر ہوئے) میرے ساتھ جیل میں مولانا محمد علی مظفری (ڈسکہ ضلع سیالکوٹ) بھی تھے۔''

جیل میں عام حالات یہ تھے،کھانے کے لئے چوبیس گھنٹوں میں ایک دفعہ دلیہ ملتا تھا۔جس میں کنکر،روڑے سب شامل ہوتے تھے۔اور دوپہر کو روٹی سالن ملتا۔اس میں بھی ملاوٹ ہوتی تھی۔سالن میں گوبھی کے ڈنڈھل بھی ہوتے تھے۔ملتان جیل میں اور بھی کئی اہلِ علم محبوس تھے یعنی مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ (گوجرانوالہ) اور مولانا ابوالحسن محمد یحییٰ حافظ آبادی اور ایک مولانا فقیر صاحب تھے۔ ملتان جیل میں ماہِ رمضان المبارک گزارا۔ملتان جیل میں طعام وقیام کا انتظام سیالکوٹ سے بہتر تھا۔(الاعتصام لاہور 3 اگست 2001ء شمارہ 21,29)

مولانا عبدالغفار مرحوم شگفتہ مزاج،نرم خو،تقویٰ شعار اور صاحب فضل وکمال عالمِ دین تھے۔اسلامی علوم وفنون سے وہ پوری طرح آگاہ اور اس کے مختلف گوشوں سے پوری واقفیت رکھتے تھے۔فیصل آباد میں قیام کے دوران 1989ء کے لگ بھگ انہوں نے اہلحدیث مدارس کے علماء اور شیوخ الحدیث پر مشتمل ایک علمی مجلس قائم کی تھی۔اس مجلس کے اجلاس جامعہ تعلیمات اسلامیہ،ادارہ علوم اثریہ،کلیہ دارالقرآن والحدیث جناح کالونی،جامعہ سلفیہ اور جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں ہوا کرتے تھے اور ان مجالس میں جدید مسائل پر گفتگو کی جاتی ہمارے دوست علامہ سعید احمد چنیوٹی اس علمی مجلس کے رابطہ سیکرٹری تھے ان کے پاس ان اجلاسوں کے انعقاد کی تمام تفصیل اور روئداد موجود ہے۔

جنرل ضیاء الحق کے دورِ حکوت میں مولانا عبدالغفار حسن کو اسلامی نظریاتی کونسل کا رکن نامزد کیا گیا تھا اور آپ نے 9 سال یہ خدمت سرانجام دی۔پھر جب بے نظیر دورِ حکومت آیا تو مولانا کو اس لئے اسلامی نظریاتی کونسل سے فارغ کر دیا گیا کہ وہ عورت کی حکمرانی کے خلاف تھے۔

چلتے چلتے ہم بہت دور نکل آئے ہیں۔مولانا محترم بھی زندگی کے آخری موڑ پر پہنچ چکے ہیں۔ایک عرصے سے وہ مختلف عوارض میں مبتلا تھے بالآخر 94 سال کی عمر پاکر 22 مارچ 2007ء کی دوپہر 11 بجے جمعرات کے روز سفرِ آخرت پر روانہ ہوگئے۔اگلے روز 10.00 بجے صبح ان کے صاحبزادے ڈاکٹر صہیب حسن صاحب نے ان کی نمازہ جنازہ پڑھائی اور وہ اسلام آباد کی سرزمین میں آسودہ خاک ہوئے۔مولانا مرحوم کی اولاد میں 7 بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔میری معلومات کے مطابق ان کی اولاد میں اکثریت دینی ودنیوی تعلیم سے آراستہ ہے اور اپنی ہمت واستعداد کے مطابق دعوت دین میں مصروف عمل

ہے۔مولانا محترم کے بیٹوں کے نام یہ ہیں۔

(1) محترم شعیب حسن۔۔۔سعودی ائیر لائنز میں ملازم تھے اب ریٹائرڈ زندگی گزار رہے ہیں۔

(2) ڈاکٹر صہیب حسن۔۔۔دینی وعصری تعلیم سے بہرہ ور ہیں۔برطانیہ میں دعوت وتبلیغ کا کام کرتے ہیں۔

(3) ڈاکٹر سہیل حسن۔۔۔ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد میں خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔

(4) احمد حسن۔۔۔اسلام آباد میں بعض عرب دفاتر سے منسلک ہیں۔

(5) ڈاکٹر راغب حسن۔۔۔رابطہ عالم اسلامی کے اسلام آباد دفتر میں ہیں۔

(6) ڈاکٹر خبیب حسن۔۔۔الشفاء انٹرنیشنل میں ڈاکٹر ہیں۔

(7) حامد حسن۔۔۔انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔

دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ کی حسنات کو شرف قبولیت عطا کر کے جنت الفردوس میں انہیں بلند پایہ مقام عطا فرمائے آمین بلاشبہ بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔۔۔

پینٹرز کاتب

حافظ پبلسٹی

سائن بورڈ،
کلاتھ بینز،
سکرین پرنٹرز
اور اشتہارات کی کتابت کے لئے تشریف لائیں۔

حافظ شبیر احمد سجاد
0321-4187286
رانا عبدالستار
0321-4205164
ریلوے روڈ شیخوپورہ

لاتقنطوا من رحمة الله

مایوسیاں تو کفر ہیں لا تقنطوا کے بعد

قمر کلینک

فیملی فزیشن
محقق
مصنف
حکیم
ڈاکٹر قمر احسان کیمبلپوری
ڈی۔ایچ۔ایم ایس،ایف۔ٹی۔جے۔آر۔ایچ۔ایم۔پی

عورتوں، بچوں اور مردوں کے امراض جو لاعلاج ہوں یا بار بار علاج کے باوجود ٹھیک نہ ہو رہے ہوں۔
ایک بار ضرور ملاقات کریں۔ان شاء اللہ شفاء ہوگی۔

قمر کلینک تھانہ روڈ نزد امام بارگاہ شاہ کوٹ